International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:03, Issue: 01, Jan-Jun 2023
pp:416 - 433

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

حدیث معمول بہ کی تعیین میں سبب ورود کا کردار

The Role of Context of Revelation in Determining Practiced Hadith

Muhammad Akhlaq
PhD Research scholar, Department of Islamic studies, Mohi Ud Din Islamic University (MIU) Nerian Sharif , Azad Kashm
Muhammad Owais Alkhari
M.Phil Research Scholar, Muslim Youth University (MY University) Islamabad

Abstract

The context of revelation, known as "Asbab al-Warood" in Arabic, plays a significant role in understanding and determining the classification of hadith, including identifying those that are considered moderate. Here's how it factors in Clarifying, Meaning and Intent, Understanding the specific circumstances under which a hadith was revealed or spoken helps clarify its meaning and intent. This context can determine whether a hadith is prescriptive for all times or specific to a particular situation. Avoiding Misinterpretation, Knowing the context helps avoid taking hadith out of context, which can lead to misinterpretation and extreme views. This is crucial for ensuring that the hadith is applied appropriately and moderately. Determining Abrogation, Some hadiths may appear contradictory. Understanding the context can help scholars determine if a particular hadith abrogates another, thereby identifying which hadith is to be followed in a given situation. Applying Principles of Fiqh, Contextual knowledge allows scholars to apply principles of Islamic jurisprudence (Fiqh) correctly. This helps in deriving moderate rulings that are in line with the spirit of Islam. Evaluating Authenticity, Contextual information can also assist in evaluating the authenticity of a hadith. If the context is well-documented and aligns with other known historical facts, it supports the hadith's reliability. By thoroughly understanding the context of revelation, scholars can ensure that the interpretation and application of hadith remain balanced, avoiding extremes and aligning with the overall objectives of Sharia (Maqasid al-Sharia).

Keywords: Causes of Revelation, Objectives of Islamic Law, Hadith, jurisprudence Fiqh, Sharia.

CC BY

تعارف موضوع

حضور اکرم ﷺ کے قول، فعل اور تقریر یعنی سکوت و خاموشی پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے۔ ہمارے لیے حضور رحمت عالم ﷺ کی سیرت ایک کامل نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے، آپ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث کو سند کے ساتھ روایت کیا گیا اور اسے رطب و یابس سے محفوظ رکھنے کے لیے مختلف علوم وفنون کی بنیاد رکھی گئی۔ کسی بھی حدیث کی مکمل صحت کے لیے سند اور متن دونوں اجزاء کا صحیح ہونا ضروری ہے۔ احادیث کی فنی حیثیت کی معرفت اور اس سے استنباطِ احکام کے لیے محدثین نے کئی اعتبار سے تقسیم کی ہے۔ مثلاً راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم کی جاتی ہے، اگر کسی حدیث کے راوی بہت زیادہ ہوں اور ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو تو اسے متواتر قرار دیا جاتا ہے، جس میں یہ شرائط نہ ہوں اسے خبر واحد کہتے ہیں، خبر واحد کی پھر دو اعتبارات سے تقسیم کی جاتی ہے تعددِ طرق اور قبول ورد کے اعتبار سے، تعددِ طرق کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام مشہور، عزیز اور غریب ہیں، قبول ورد کے اعتبار سے دو اقسام مقبول اور مردود ہیں۔ حدیث مقبول کی دو اعتبار سے تقسیم کی جاتی ہے، مراتب کے اعتبار سے اور معمول بہ وعدمہ کے اعتبار سے۔ پس معلوم ہوا کہ سب سے پہلے حدیث کے ثبوت کو دیکھا جاتا ہے، پھر اس کی صحت کو جانچا جاتا ہے اور اس کے بعد اس کے قابلِ عمل ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اسباب ورود الحدیث ایک ایسا علم ہے جس کی روشنی میں کسی حدیث کے سبب کو جاننے کی کوشش کی جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کس موقع پر یہ کلام ارشاد فرمایا، آپ ﷺ کی اپنی جسمانی کیفیت یا حالت اس موقع پر کیا تھی، آپ کھڑے تھے یا اپنی مسند پر تشریف فرما، آپ غم کی حالت میں تھے یا خوشی، آپ کے مخاطب صحابہ کرام تھے یا معاشرے کے عام افراد، آپ ﷺ کے سامنے کوئی واقعہ پیش آیا تھا یا کسی نے سوال کیا تھا۔ ان تمام امور کی معرفت سے حدیث کے ثبوت، صحت اور معمول بہ ہونے کا فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر زیرِ نظر مقالہ میں اس امر کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ معمول بہ کا تعیین کرنے میں سبب ورود الحدیث کا کردار کیا ہے۔ ہم سب سے پہلے حدیثِ مقبول کی تعریف کریں گے پھر معمول بہ و عدمہ (قابلِ عمل اور نا قابلِ عمل) ہونے کے اعتبار سے حدیث کی اقسام ذکر کریں گے۔

حدیث مقبول

هو الذي ترجح صدق المخبر به.[1]

وہ حدیث جس میں راوی کا صدق راجح ہو۔

خبر مقبول کی اقسام

خبرِ مقبول کی تقسیم دو اعتبار سے کی جاتی ہے: مراتب کے اعتبار سے اور معمول بہ وعدمہ کے اعتبار سے۔

مراتب کے اعتبار سے چار اقسام ہیں: صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ۔ اسی طرح معمول بہ (جن پر عمل کرنا لازم ہے)اور غیر معمول بہ (جن پر عمل کرنالازم نہیں) کے اعتبار سے بھی چار اقسام ہیں: محکم الحدیث، مختلف الحدیث، ناسخ الحدیث، منسوخ الحدیث۔ کئی آئمہ نے انہی اقسام کو محکم و مختلف الحدیث اور الناسخ والمنسوخ کے نام سے ذکر کیا ہے۔ ذیل میں ان اقسام کی تعریفات ذکر کی جاتی ہیں:

محکم الحدیث

محدثین نے محکم الحدیث کی مختلف تعریفات کی ہیں۔

امام حاکم نے اپنی معروف کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں محکم کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے: **لَا مُعَارِضَ لَهَا بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوهِ**[2]

ملا علی قاری کے نزدیک:

محکم وہ حدیث مقبول ہے جو اپنی مثل کے معارضہ سے محفوظ ہو۔[3] جیسے **لا تقبل صلاۃ بغیر طہور ولا صدقة من غلول**،[4] جیسے نماز کی رکعات، ہجرت وغزوات وغیرہ کا بیان

حکم: محکم پر عمل کرنا واجب ہے۔

مختلف الحدیث

وہ حدیث مقبول جو اپنی مثل کی مخالف ہو اگرچہ ان کو جمع کرنا ممکن ہو۔[5]

مثال: ایک حدیث کے مطابق کوئی بیماری متعدی نہیں اور دوسری حدیث میں طاعون سے بچنے، دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حکم: محدثین اور فقہاء کے نزدیک اس میں دونوں روایتوں کو جمع کریں گے، یا ایک کو دوسرے پر ترجیح دیں گے اگر یہ دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں تو توقف کریں گے۔

ناسخ ومنسوخ الحدیث

شارع کا پہلے حکم کو دوسرے حکم کے زریعے اٹھالینا۔[6]

مثال: آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے بعد میں اسے منسوخ قرار دیا گیا حضور اکرم ﷺ کا عمل اس کے برعکس ہے۔

حکم: ناسخ پر عمل کرنا اور منسوخ کو ترک کرنا لازم ہے۔

سبب ورود کی تعریف:

متقدمین کی کتب میں سبب ورود الحدیث کی باقاعدہ تعریف نہیں ملتی، وقت گزرنے کے ساتھ علوم حدیث کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ سبب ورود الحدیث سے مراد یہ ہے کہ ان اسباب کی معرفت حاصل کرنا جن کی وجہ سے حضور اکرم علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا یا عمل کیا۔ سبب ورود الحدیث کی چند اصطلاحی تعریفات درج ذیل ہیں:

قاسم بن قطلوبغا حنفی (متوفیٰ:879ھ) کے نزدیک:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح نخبۃ الفکر میں علامہ ابن حجر العسقلانی کے شاگرد قاسم بن قطلوبغا حنفی کی بیان کردہ تعریف کو درج ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے:

"السَّبَب الَّذِي لأَجله حدث النَّبِيﷺ بذلك الحَدِيث كَمَا فِي سَبَب نزُول الْقُرْآن الْكَرِيم" . [7]

حدیث کے ورود کا سبب وہ ہوگا جس کی وجہ سے نبی کریم صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یہ حدیث بیان فرمائی، جیسا کہ قرآن کریم کا سبب نزول ہوتا ہے۔

امام سیوطی کے نزدیک:

" هو علم يبحث فيه عن الأسباب الداعية إلى ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم وهذا السبب قد يكون سوالا وقد تكون حادثه وقد تكون قصه . يقول النبي صلى الله عليه وسلم الحديث بسببه أو بسببها "[8]

سبب ورود حدیث وہ علم ہے جس میں اُن اسباب کے بارے میں بحث کی جاتی ہے کہ جو رسول اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی طرف پہنچاتے ہیں (جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، عادات، فضائل وصفات کا ذکر ہو) اور یہ سبب کبھی سوال ہوتا ہے کبھی حادثہ ہوتا ہے کبھی واقعہ ہوتا اور کبھی کسی قصے کا جواب بنتا ہے جیسے رسول اللہ علیہ وسلم کی حدیث ذکر کرنے کے بعد یہ کہنا کہ اس کی وجہ اور سبب یہ ہے۔" اسی طرح حدیث کے معنی و مراد کی تحدید کے طریقہ کو بھی سبب ورود حدیث کہتے ہیں

امام ابن حمزہ دمشقی کے مطابق:

" هو ما يكون طريق لتحديد المراد الحديث من عموم أو خصوص أو اطلاق أو تقييد أو نسخ أو غير ذلك"[9]

سبب ورود حدیث اس طریقہ کار کو کہتے ہیں کہ جس سے کسی حدیث کے معنی میں عموم و خصوص اطلاق و تقیید، یا نسخ کی تعیین کی جاتی ہے۔"

ڈاکٹر زین الدین عصری کے نزدیک:

ما دعا الحدیث الی وجوده ایام صدوره .[10]

ایسا امر جو حدیث کے وجود کا داعی ہو اور یہ امر صدورِ حدیث کے ایام میں پایا جائے۔

سبب ورود کی اقسام

حضور اکرم ﷺ داعی ہیں۔ آپ ﷺ کے منصب نبوت کا تقاضہ تھا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو انسانوں تک پہنچائیں۔ آپ کبھی بغیر کسی سبب کے کلام فرماتے، کبھی حضور اکرم ﷺ کا خواب سبب ہوتا، کبھی آپ سبب کو خود بیان فرمادیتے، کبھی کسی کا قول یا فعل سبب ہوتا، کبھی سبب خاص ہوتا اور کبھی عام، کبھی متکلم کی ظاہری حالت ہی سبب ہوتی۔ اسی طرح بعض اسباب ظاہر ہیں اور بعض خفی، کچھ اسباب حضور اکرم ﷺ کی طرف سے بیان کیے گئے اور کچھ صحابہ کرام نے بیان فرمائے۔ ان تمام اعتبارات سے سبب ورود کی تقسیمات کی جاسکتی ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر ہم دو تقسیمات کا ذکر کرتے ہیں۔

سبب مرفوع

اس سے مراد ایسا سبب ہے جس کی نسبت خود نبی کریم ﷺ کی طرف ہو یا جسے خود آپ نے بیان فرمایا ہو۔ جیسے آپ ﷺ نماز مکمل کرنے کے فوراً بعد جلدی سے تشریف لے گئے واپسی پہ فرمایا کہ گھر میں سونا کا ایک تبر موجود تھا مجھے پسند نہیں کہ اس کی موجودگی میں رات بسر ہو اس لیے اسے تقسیم کر دیا۔[11]

سبب غیر مرفوع

ایسا سبب ہے جس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف نہ ہو۔ جیسے ماضی یا مستقبل کا کوئی واقعہ، ان واقعات کا ماضی یا مستقبل میں ہونا ہی اس کا سبب ورود ہے۔ جیسے نزول مسیح، دجال وغیرہ کا ذکر

سبب ورود اور محکم الحدیث:

محکم حدیث کا سبب ورود کے بغیر بھی معمول بہ ہونا واضح ہوتا ہے۔ سبب ورود سے اس ماحول کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے جس تناظر میں وہ حکم ارشاد فرمایا گیا۔ اس طرح مجتہدین کے لیے اپنے زمانے کے مخصوص حالات کو دیکھ کر مسائل کو مستنبط کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ جیسے بغیر اجازت کسی کے گھر میں جھانکنے والے کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ، فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ أَنْ يَفْقَئُوا عينه»[12]

جس نے اجازت کے بغیر لوگوں کے گھر میں تانک جھانک کی، انھیں اجازت ہے کہ وہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔

اس حکم کا سبب کیا بنا اور اس کی حکمت کیا ہے؟ امام بخاری کی روایت میں اس کا سبب ذکر ہے۔ حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے:

اطَّلَعَ رَجُلٌ مِنْ جُحْرٍ فِي حُجَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِدْرًى يَحُكُّ بِهِ رَأْسَهُ، فَقَالَ: «لَوْ أَعْلَمُ أَنَّكَ تَنْظُرُ، لَطَعَنْتُ بِهِ فِي عَيْنِكَ، إِنَّمَا جُعِلَ الِاسْتِئْذَانُ مِنْ أَجْلِ البَصَرِ»[13]

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے کسی حجرہ میں سوراخ سے دیکھا، نبی کریم ﷺ کے پاس اس وقت ایک کنگھا تھا جس سے آپ سر مبارک کھجا رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم جھانک رہے ہو تو یہ کنگھا تمہاری آنکھ میں چبھو دیتا (اندر داخل ہونے سے پہلے) اجازت مانگنا اسی لیے تو ہے کہ (اندر کی کوئی ذاتی چیز) نہ دیکھی جائے۔

سبب ورود اور اختلاف الحدیث:

مختلف الحدیث پر عمل کرنا مشکل ہو جاتا ہے جب تک کہ اس کا کوئی قابل عمل حل نہ نکالا جائے۔ مختلف الحدیث کو معمول بہ بنانے کے لیے تطبیق یا ترجیح کے اصول مقرر کیے گئے ہیں، بصورت دیگر اس پہ عمل کرنے سے توقف کیا جاتا ہے اس وقت وہ حدیث، غیر معمول بہ ہوتی ہے۔ سبب ورود کی معرفت سے ایک حدیث کو دوسری پہ ترجیح اور اسی طرح حدیث کے پسِ منظر کو دیکھتے ہوئے تطبیق کی صورت بھی اختیار کی جا سکتی ہے۔

عن ابن عمر،: أن رسول الله ﷺ قال: لا عدوى ولا طيرة.[14]

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "امراض میں چھوت چھات کی اور بدشگونی کی کوئی اصل نہیں۔ جبکہ ایک دوسری حدیث ہے۔ کوڑھ والے سے اس طرح دور رہ جیسے شیر سے بھاگتا ہے۔ ذیل میں ہم ذکر کریں گے کہ سبب ورود کے ذریعے کیسے تطبیق دی جاتی ہے۔

سبب ورود اور تطبیق:

حضرت عبد اللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حالتِ احرام میں حضرت میمونہ سے شادی کی۔[15] جب کہ ایک دوسری روایت ہے:

عن يزيد بن الأصم، حدثتني ميمونة بنت الحارث، «أن رسول الله ﷺ تزوجها وهو حلال»[16]

یزید بن الاصم حضرت میمونہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حلال ہونے کی حالت میں ان سے نکاح کیا۔

امام ابن حجر العسقلانی نے ان دونوں روایات میں سبب ورود کو مد نظر رکھتے ہوئے اس طرح تطبیق دیتے ہیں : حضرت عبد اللہ بن عباس نے جو یہ کہاہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں شادی کی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا خیال تھا جو اپنے جانور کو قلادہ پہناتا ہے وہ محرم بن جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمرہ کے سفر میں جب اپنے جانور کو قلادہ ڈالا تو اس سے عبد اللہ بن عباس سمجھے کہ آپ ﷺ محرم ہیں، حالانکہ آپ ﷺ نے ابھی احرام نہیں باندھا تھا، اسی دوران حضور اکرم ﷺ نے ابو رافع کو نکاح کا پیغام دے کر بھیجا تو حضرت میمونہ نے اپنا معاملہ حضرت عباس کے سپرد کیا، جنہوں نے میمونہ کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کر دیا۔ یہ تمام واقعات عمرہ کے سفر میں احرام باندھنے سے پہلے کے ہیں۔[17]

سبب ورود اور ترجیح کے اصول:

جیسے متعارض احادیث میں توفیق و تطبیق میں سبب ورود سے مدد ملتی ہے، اسی طرح ترجیح کے باب میں بھی سبب ورود مددگار ثابت ہوتا ہے۔

ترجیح کا اصطلاحی مفہوم:

اکثر علماء احناف نے ترجیح کا مفہوم یہ بیان کیاہے کہ کسی غیر حجت کی زیادتی کے زریعے دو متماثل احادیثوں میں سے ایک کو دوسری پر فضیلت دینا ترجیح کہلاتا ہے۔[18]

علماء اصول نے ترجیح حدیث کے تقریباً پچاس اصول بیان کیے ہیں جن میں سے بعض کا تعلق سبب ورود سے ہے۔ مثلاً

اصول نمبر 1۔ اگر دو متعارض احادیثوں میں سے ایک کے ساتھ سبب ورود کو ذکر کیا جائے اور دوسری کے ساتھ سبب کا ذکر نہ کیا گیا ہو تو سبب ورود کے ساتھ بیان کی گئی حدیث کو ترجیح ہو گی کیونکہ سبب کا ذکر کرنا اہمیت کا قرینہ ہے اور حکم حدیث کی معرفت کے لیے راوی کی طرف سے اہتمام کی دلیل ہے۔[19]

اصول نمبر 2۔ اگر ایک حدیث کا حکم اخص ہو اور اس سے متعارض کا حکم اعم ہو تو اخص حکم والی حدیث کو ترجیح ہو گی۔[20]
حکم کے اخص ہونے کا علم سبب ورود کی معرفت سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

اصول نمبر 3۔ اگر ایک حدیث کو سبب کے ساتھ اور دوسری حدیث کو بلا سبب ذکر کیا جائے جب کہ وہ دونوں ہی حدیثیں خاص ہوں تو اس حدیث کو ترجیح ہو گی جو سبب کے ساتھ مذکور ہو۔[21]

اصول نمبر 4۔ دو متعارض حدیثوں میں مدنی کو مکی پر ترجیح ہو گی۔[22]

اسول نمبر 5۔ اگر ایک حدیث مطلق ہو اور دوسری متعارض حدیث ایسی ہو کہ جو کسی سابق تاریخ کے ساتھ مؤرخ ہو تو اس مطلق کو ترجیح ہو گی۔[23]

اصول نمبر6۔ اگر ایک حدیث مطلق ہو جب کہ دوسری کسی مؤخر تاریخ کے ساتھ مؤرخ ہو تو اس مؤرخ کو ترجیح ہو گی۔[24]
اور تاریخ کے ثبوت میں بسا اوقات سبب ورود کا تعلق ہوتا ہے۔

اصول نمبر 7۔ اگر ایسی دو حدیثوں میں سے ایک میں مخاطب موجود حاضر ہو جب کہ دوسری کا مخاطب غائب ہو تو مخاطب حاضر کی حدیث کو ترجیح ہو گی۔[25]

کون شخص حاضر اور کون حاضر نہ تھا اس کا ثبوت سبب ورود کی معرفت سے حاصل ہو گا۔

اصول نمبر 8۔ جس حدیث میں نبی علیہ السلام کے علو مرتبت و رفعت وشان پر دلالت ہو ایسی حدیث پر ترجیح حاصل ہو گی جس میں علو مرتبت کا بھی اظہار نہیں ہوا بلکہ ابتدائے اسلام کے زمانے پر دلالت کرتی ہو۔[26]

اور اس کا کہ یہ ابتداء اسلام کے زمانے کی حدیث ہے یا بعد کے دور کی اس کا ثبوت سبب ورود سے ہو گا۔

اصول نمبر 9۔ دو حدیثیں کسی تاریخ کے ساتھ مؤرخ ہوں لیکن ان میں سے ایک ابتداء اسلام کے زمانے یا اطلاق پر جبکہ دوسری وصال نبی علیہ السلام کے قرب پر دلالت کرتی ہو تو دوسری حدیث کو ترجیح ہو گی۔[27]

ان تمام اصولوں سے یہ بات واضح ہے کہ مکی یا مدنی ہونے، مقدم یا مؤخر، خاص و عام اور مطلق و مقید کی وضاحت کے لیے سبب ورود الحدیث کی معرفت انتہائی اہم اور ضروری ہے۔

سبب ورود اور نسخ:

سبب ورود حدیث سے جہاں دوسرے فوائد حاصل ہوتے ہیں وہاں، زمان ورود اور مکان ورود کی معرفت بھی حاصل ہوتی ہے اور اس طرح گویا حدیث سے نہ صرف تاریخ اسلام کو جاننے میں مدد ملتی ہے بلکہ اسلام کی تاریخ محفوظ بھی ہوتی ہے۔ بعض احادیث سے عام زمان یا مکان معلوم ہوتا ہے جب کہ کئی احادیث سے متعین اور خاص زمان یا مکان ورود حاصل ہوتا ہے۔

نسخ کی پہچان کے کئی طرق ہیں جن میں سے سبب ورود بھی ایک ہے۔ اس کے زریعے دو بظاہر متعارض احادیث میں تاریخ کے اعتبار سے تقدم و تاخر کا فیصلہ کیا جاتا ہے، مقدم کو منسوخ اور اور موخر کو ناسخ قرار دے کر، ناسخ پر عمل اور منسوخ کو عمل سے ساقط قرار دیا جاتا ہے، لیکن سند کے اعتبار سے دونوں احادیث صحیح ہوتی ہیں۔ ذیل میں کچھ امثلہ لکھی جاتی ہیں جن میں نسخ کی پہچان میں سبب ورود کا کردار واضح ہو گا۔

نماز میں سلام وکلام کا منسوخ ہونا

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنْتُ أُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيَّ، فَلَمَّا رَجَعْنَا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ: «إِنَّ فِي الصَّلَاةِ لَشُغْلًا»[28]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو ہجرت حبشہ سے پہلے ہم نماز میں سلام عرض کرتے تھے، پھر (ہجرت حبشہ کے بعد) ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس وقت آپ ﷺ نماز میں تھے ہم نے آپ ﷺ کو سلام عرض کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا بے شک نماز میں اس سے مشغولیت ہوتی ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی حکم فرماتا ہے، اور اب اس نے جو حکم فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ نماز میں کلام نہ کیا جائے اور پھر مجھے میرے سلام کا جواب بھی دے دیا۔

قربانی کا گوشت صرف تین دن استعمال کرنے کا حکم اور سبب

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ وَاقِدٍ، قَالَ: «نَهى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ»، قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَمْرَةَ، فَقَالَتْ: صَدَقَ، سَمِعْتُ عَائِشَةَ، تَقُولُ: دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ حَضْرَةَ الْأَضْحَى زَمَنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ادَّخِرُوا ثَلَاثًا، ثُمَّ تَصَدَّقُوا بِمَا بَقِيَ»، فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ النَّاسَ يَتَّخِذُونَ الْأَسْقِيَةَ مِنْ ضَحَايَاهُمْ، وَيَجْمُلُونَ مِنْهَا الْوَدَكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَمَا ذَاكَ؟» قَالُوا: نَهَيْتَ أَنْ تُؤْكَلَ لُحُومُ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ، فَقَالَ: «إِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ مِنْ أَجْلِ الدَّافَّةِ الَّتِي دَفَّتْ، فَكُلُوا وَادَّخِرُوا وَتَصَدَّقُوا».[29]

عبد اللہ بن ابی بکر نے حضرت عبد اللہ بن واقد رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہا: رسول اللہ ﷺ نے تین (دن رات) کے بعد قربانیوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ عبد اللہ بن ابی بکر نے کہا: میں نے یہ بات عمرہ (بنت عبد الرحمان بن سعد انصاریہ) کو بتائی عمرہ نے کہا: انھوں نے سچ کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بادیہ کے کچھ گھرانے (بھوک اور کمزوری کے سبب) آہستہ آہستہ چلتے ہوئے جہاں لوگ قربانیوں کے لیے موجود تھے (قربان گاہ میں) آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین دن تک کے لیے گوشت رکھ لو۔ جو باقی بچے (سب کا سب) صدقہ کر دو۔" دوبارہ جب اس (قربانی) کا موقع آیا تو لوگوں نے عرض کی: اللہ کے رسول ﷺ! لوگ تو اپنی قربانی (کی کھا

لوں) سے مشکیں بناتے ہی اور اس کی چربی پگھلا کر ان میں سنبھال رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا مطلب؟" انھوں نے کہا: یہ (صورتحال ہم اس لیے بتا رہے ہیں کہ) آپ نے منع فرمایا تھا کہ تین دن کے بعد قربانی کا گوشت وغیرہ استعمال نہ کیا جائے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نے تو تمھیں ان خانہ بدوشوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو اس وقت بمشکل آپائے تھے۔ اب (قربانی کا گوشت) کھاؤ، رکھو اور صدقہ کرو۔"

مذکورہ بالا روایات کے نسخ میں سبب ورود کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا نماز میں کلام کے منسوخ ہونے کے عمل کو وقت اور کیفیت کے ساتھ بیان کیا گیا، اسی طرح قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ استعمال کرنے کے جواز اور اس کے پس منظر کو بیان کیا گیا ہے۔

سبب ورود سے احکام کی مدت عمل کی معرفت

سبب ورود سے بعض احکام کی مدت عمل کا علم ہوتا ہے جس سے اس عمل کے حکم کی نوعیت کو جاننے میں مدد ملتی ہے کہ وہ منسوخ ہے، جاری ہے، واجب ہے یا غیر واجب وغیرہ۔ اس کی وضاحت کے لیے ذیل کی حدیث اور اس کے سبب ورود پر غور کیا جائے۔

عن عاصم، قال: سألت أنسا رضي الله عنه عن القنوت، قال: قبل الركوع، فقلت: إن فلانا يزعم أنك قلت بعد الركوع؟ فقال: كذب، ثم حدثنا، عن النبي صلى الله عليه وسلم: «أنه قنت شهرا بعد الركوع، يدعو على أحياء من بني سليم»، قال: «بعث أربعين أو سبعين يشك فيه من القراء إلى أناس من المشركين»، فعرض لهم هؤلاء فقتلوهم، وكان بينهم وبين النبي صلى الله عليه وسلم عهد، «فما رأيته وجد على أحد ما وجد عليهم»[30]

عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رکوع سے قبل یا بعد قنوت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ رکوع کے بعد نہیں بلکہ رکوع سے پہلے ہے۔ میں نے کہا کہ کچھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد قنوت پڑھی ہے؟ حضرت انس نے اس پر کہا انہوں نے غلط کہا ہے۔ پھر انہوں نے ہم سے حدیث بیان کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک ماہ تک رکوع کے بعد قنوت کی تھی اور آپ ﷺ نے اس میں بنو سلیم کے قبیلوں کے حق میں دعائے ضرر فرمائی، انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے چالیس یا ستر قرآن کے عالم صحابہ کی ایک جماعت، راوی کو شک تھا، مشرکین کے پاس بھیجی تھی، لیکن بنو سلیم کے لوگ ان کے

مقابل آئے اور انہیں قتل کر ڈالا، حالانکہ نبی کریم ﷺ سے ان کا معائدہ تھا۔ آپ ﷺ کو کسی معاملہ پر اتنار نجیدہ اور غمگین نہیں دیکھا جتنا ان صحابہ کی شہادت پر آپ رنجیدہ تھے۔

سبب ورود سے حلت وحرمت کی معرفت

کسی چیز کی حلت و حرمت نص سے ثابت ہوتی ہے۔ سبب وردو کی معرفت سے حلت و حرمت کا فیصلہ کرنا اور فقہی طور پر احکام کی درجہ بندی کرنا آسان ہو جاتا ہے، گویا سبب ورود ایک قوی قرینہ کے طور پر احکام کی درجہ بندی پر اثر انداز ہوتا ہے۔

عید کے دن کھیلنا اور دف بجانا

حضرت عائشہ صدیقہ روایت کرتی ہیں کہ :

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ تَضْرِبَانِ بِالدُّفِّ وَتُغَنِّيَانِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَجًّى بِثَوْبِهِ وَقَالَ مَرَّةً أُخْرَى: مُتَسَجٍّ ثَوْبَهُ فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ: «دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ»، وَهُنَّ أَيَّامُ مِنًى وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِالْمَدِينَةِ [31]

ابو بکر صدیق ان کے گھر میں داخل ہوئے، ان کے پاس دو لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور گانا گا رہی تھیں، حضور اکرم ﷺ اپنا چہرہ کپڑے سے ڈھانپے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے اپنا چہرہ کھولا اور فرمایا : ابو بکر انہیں چھوڑو، کھیلنے دو، یہ عید کے دن ہیں اور منیٰ کے دن ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ ان دنوں مدینہ میں تھے۔

مردے کی ہڈی توڑنا

عن جابرٍ قالَ: خَرجنا مع جنازةٍ مع رسولِ اللهِ ﷺ، حتى إذا جِئنا القبرَ إذا هو لم يُفرَغْ منه، قالَ: فجلسَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم على شفيرِ القبرِ وجلسْنا مَعه، فأَخرجَ الحفارُ عظماً ساقاً أو عَضداً، فذهبَ ليكسرَها، فقالَ له النبيُّ ﷺ: «لا تكسرْها، فإنَّ كسرَكَ إيَّاه ميتاً ككسرِكَ إيَّاه حياً، ولكنْ دسَّه في جانبِ القبرِ»[32]

حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کی اتباع میں ایک جنازہ کے لئے نکلے، ہم قبرستان پہنچے ابھی قبر تیار نہیں تھی، حضور اکرم ﷺ قبر کے کنارے تشریف فرما ہو گئے ہم بھی آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھ گئے، قبر کھودنے والے کو بازو یا ٹانگ کی ہڈی ملی وہ اسے توڑنے چلا گیا،

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے نہ توڑو۔ مردے کی ہڈی توڑنا اسی طرح ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا، اسے قبر کے ایک کنارے پہ دفنادو۔

سبب ورود سے معلوم ہوا مخصوص ایام میں خوشی کو مختلف طریقوں سے منایا جاسکتا ہے اور مردہ انسان کی بھی تعظیم لازم اور اس تکلیف پہنچانا جائز نہیں۔

سبب ورود سے مخصوص اوقات کی معرفت

کسی خاص وقت یا موسم میں حکم دینا ہی اس حکم کا سبب ورود ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے گرمیوں میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے ادا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، سبب ورود سے مخصوص یا مستحب اوقات کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «إِذَا اشْتَدَّ الحَرُّ فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلاَةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ»[33]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب گرمی تیز ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو، کیونکہ گرمی کی تیزی جہنم کی آگ کی بھاپ سے ہوتی ہے۔

سبب ورود سے حکم کی خصوصیت کا ثبوت

حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تشریعی اختیارات عطا فرمائے تھے۔ آپ ﷺ کبھی کسی شخص کی ظاہری حالت و کیفیت یا اس کی ضرورت وعظمت کے پیشِ نظر اس کے لیے خصوصی حکم ارشاد فرماتے۔ اس نوعیت کی احادیث بھی کتب حدیث میں موجود ہیں۔ سببِ ورود کی معرفت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم خاص نوعیت کا ہے اس سے عمومی استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ حضرت ابوبردہ نے عید کے دن نماز سے قبل ہی قربانی کے جانور کو ذبح کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا جس نے پہلے قربانی کر دی اس کی قربانی عند اللہ مقبول نہیں۔ حضرت ابوبردہ نے عرض کی آقا ﷺ میں تو قربانی کر چکا ہوں آپ نے انہیں دوبارہ قربانی کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

قَالَ: فَإِنَّ عِنْدِي عَنَاقًا جَذَعَةً خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَهَلْ تُجْزِئُ عَنِّي؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ»[34]

انہوں نے عرض کی: میرے پاس بکری کا ایک چھوٹا بچہ ہے، جو گوشت کی ان دو بکریوں سے بہتر ہے کیا وہ میرے لیے کافی ہو گا، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، لیکن تمہارے بعد یہ کسی کے لیے کافی نہیں ہو گا۔

اسی طرح ایک شخص نے حالت روزہ میں اپنی بیوی سے ازدواجی تعلقات قائم کیے، جب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے دوماہ کے لگاتار روزے رکھنے، یا غلام آزاد کرنے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا۔ اس نے ان

تینوں احکام پر عمل کرنے سے معذرت کی اپنا عذر پیش کیا، وہ آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھ گیا اتنی دیر میں ایک شخص کھجوروں کا ایک طشت لے آیا آپ ﷺ نے فرمایا:

فَقَالَ: «خُذْ هَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ» فَقَالَ: أَعَلَى أَفْقَرَ مِنَّا؟ مَا بَيْنَ لاَبَتَيْهَا أَفْقَرُ مِنَّا، ثُمَّ قَالَ: «خُذْهُ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ»[35]

یہ کھجور لو اور اسے صدقہ کر دو۔ اس نے پوچھا اپنے سے زیادہ فقیر پر؟ ان دونوں میدانوں کے درمیان ہم سے زیادہ محتاج کوئی نہیں، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے لے جاؤ اور اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔

ایک سال سے کم بکری کے بچے کی قربانی اور اپنے گھر والوں کو کھلانے سے کفارہ ادا ہونے کا حکم ان حضرات کے ساتھ خاص ہے۔ سبب ورود کی معرفت سے خصوصیت کا حکم اور اس کی علت مزید واضح ہو جاتی ہے۔

سببِ ورود الحدیث سے حکمتِ عمل کی تفہیم

جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الجُمُعَةَ، فَلْيَغْتَسِلْ»[36]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص جمعہ کی نماز کے لیے آنا چاہے تو اسے غسل کر لینا چاہیے۔

جمعہ کے دن غسل کو حکم کیوں دیا گیا، اس حکمت کو حضرت عبد اللہ بن عباس اور دیگر صحابہ نے بیان کیا ہے۔ ابن عباس سے مروی درج ذیل روایت میں سبب ورود کو ذکر کیا گیا ہے جس سے اس حکم کی حکمت اور اسلام کے عمومی مزاج کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ أُنَاسًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ جَاءُوا فَقَالُوا: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَتَرَى الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنَّهُ أَطْهَرُ، وَخَيْرٌ لِمَنِ اغْتَسَلَ، وَمَنْ لَمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ بِوَاجِبٍ، وَسَأُخْبِرُكُمْ كَيْفَ بَدْءُ الْغُسْلِ كَانَ النَّاسُ مَجْهُودِينَ يَلْبَسُونَ الصُّوفَ وَيَعْمَلُونَ عَلَى ظُهُورِهِمْ، وَكَانَ مَسْجِدُهُمْ ضَيِّقًا مُقَارِبَ السَّقْفِ إِنَّمَا هُوَ عَرِيشٌ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي يَوْمٍ حَارٍّ وَعَرِقَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ الصُّوفِ حَتَّى ثَارَتْ مِنْهُمْ رِيَاحٌ آذَى بِذَلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَلَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تِلْكَ الرِّيحَ قَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا كَانَ هَذَا الْيَوْمَ فَاغْتَسِلُوا، وَلْيَمَسَّ أَحَدُكُمْ أَفْضَلَ مَا يَجِدُ مِنْ دُهْنِهِ وَطِيبِهِ».[37]

عکرمہ کہتے ہیں عراق کے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے : اے ابن عباس کیا جمعہ کے روز غسل کو آپ واجب سمجھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ لیکن جو غسل کرے اس کے لیے یہ بہتر اور پاکیزگی کا باعث ہے، اور جو غسل نہ کرے اس پہ واجب نہیں ہے۔ اور میں تم کو بتاتا ہو غسل کی ابتداء کیسے ہوئی، لوگ پریشان حال تھے، اون پہنا کرتے تھے، اپنی پشتوں پر بوجھ اٹھاتے تھے، ان کی مسجد بھی تنگ تھی، اس کی چھت نیچی تھی، بس کھجور کی شاخوں کا ایک چھپر تھا، ایک بار ایسا ہوا رسول اللہ ﷺ سخت گرمی میں تشریف لائے، لوگوں کے گرم اونی لباس کی وجہ سے انہیں بہت پسینہ آیا، یہاں تک کہ ان کی بدبو پھیلی اور اس سے ایک دوسرے کو تکلیف ہوئی، جب حضور اکرم ﷺ نے اسے محسوس کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا : لوگوں جب یہ دن آئے تو تم غسل کر لیا کرو اور اچھے سے اچھا جو تیل اور خوشبو میسر ہو لگایا کرو۔

نماز میں خشوع و خضوع

نماز مومن کی معراج ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ربط و ملاقات کا ایک ذریعہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا : اللہ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ کیفیت نصیب نہیں تو پھر اس یقین سے عبادت کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ نماز میں یہ کیفیت اسی وقت نصیب ہو سکتی ہے جب انسان اطمینان و سکون کے ساتھ نماز ادا کرے۔ ایک شخص نماز تو ادا کر رہا تھا، مگر حکمت نماز یعنی مرتبہ احسان تک جانے سے قاصر تھا تو آپ ﷺ نے اسے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا، اس حکمت کی معرفت بھی سبب ورود سے ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ المَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ، فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صلّى الله عليه وسلم فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلاَمَ، فَقَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»، فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ» ثَلاَثًا، فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ، فَمَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ، فَعَلِّمْنِي، قَالَ: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلاَةِ، فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ القُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلاَتِكَ كُلِّهَا»[38]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ نماز کے بعد اس نے آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ واپس جا کر دوبارہ نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ چنانچہ اس نے دوبارہ نماز پڑھی اور واپس آکر پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ دوبارہ جا کر نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ تین بار اسی طرح ہوا۔ آخر اس شخص نے کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو مبعوث کیا۔ میں تو اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے آپ مجھے سکھلایئے۔ آپ نے فرمایا جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو (پہلے) تکبیر کہہ پھر قرآن مجید سے جو کچھ تجھ سے ہو سکے پڑھ، اس کے بعد رکوع کر اور پوری طرح رکوع میں چلا جا۔ پھر سر اٹھا اور پوری طرح کھڑا ہو جا۔ پھر جب تو سجدہ کرے تو پوری طرح سجدہ میں چلا جا۔ پھر (سجدہ سے) سر اٹھا کر اچھی طرح بیٹھ جا۔ دوبارہ بھی اسی طرح سجدہ کر۔ یہی طریقہ نماز کے تمام (رکعتوں میں) اختیار کر۔

سبب ورود سے تعدادِ عمل کی معرفت

کچھ اعمال کو ایک سے زائد بار بجالانا سنت ہے، حضور اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے آپ کسی عمل کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے، یا کسی عمل کو کمال تک پہنچانے کے لیے یا اس کی حدود کو بیان کرنے کے لیے اس عمل کو تین بار دھراتے تھے۔ سبب ورود سے کسی عمل کے مسنون ہونے اور اس میں تکرار یا عدم تکرار کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت سعد کے درج ذیل عمل سے سلام کی تعداد معلوم ہوتی ہے۔

عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: زَارَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْزِلِنَا فَقَالَ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ» فَرَدَّ سَعْدٌ رَدًّا خَفِيًّا، قَالَ قَيْسٌ: فَقُلْتُ: أَلَا تَأْذَنُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ذَرْهُ يُكْثِرُ عَلَيْنَا مِنَ السَّلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ» فَرَدَّ سَعْدُ رَدًّا خَفِيًّا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ» ثُمَّ رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاتَّبَعَهُ سَعْدٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي كُنْتُ أَسْمَعُ تَسْلِيمَكَ وَأَرُدُّ عَلَيْكَ رَدًّا خَفِيًّا لِتُكْثِرَ عَلَيْنَا مِنَ السَّلَامِ، قَالَ: فَانْصَرَفَ مَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[39]

قیس بن سعد روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے (دروازے سے باہر رک کر) السلام علیکم فرمایا۔ سعد نے آہستہ آواز میں سلام کا جواب دیا۔ قیس کہتے ہیں میں نے کہا آپ حضور اکرم ﷺ کو اندر تشریف لانے کی اجازت کیوں نہیں دیتے۔ سعد نے کہا ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کو سلامتی کی دعا زیادہ کر لینے دو۔ رحمت کونین ﷺ نے پھر فرمایا: السلام علیکم، سعد نے پھر دھیرے سے جواب دیا۔ پھر تیسری بار حضور اکرم ﷺ نے السلام علیکم ارشاد فرمایا اور واپس لوٹ گئے۔ سعد آپ ﷺ کی طرف گئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کا کلام سنتے تھے، اور دھیرے سے آپ کے سلام کا جواب بھی دیتے تھے، خواہش یہ تھی کہ اس طرح آپ کی سلامتی کی دعا ہمیں زیادہ نصیب ہو جائے، پس حضور اکرم ﷺ سعد کے ساتھ لوٹ آئے۔

خلاصہ کلام

1- حدیثِ نبوی ﷺ کو اسلامی تعلیمات کا بنیادی مصدر ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔

2- حدیث مبارکہ کے ثبوت اور اس کی صحت کو جانچنے کے لیے محدثین نے کئی علوم وضع کیے ہیں۔

3- حدیث کے ثبوت کے بعد اس کی قبولیت وعدمِ قبولیت کو دیکھا جاتا ہے۔

4- جس حدیث میں راوی کا صدق راجح ہو اسے حدیثِ مقبول کہتے ہیں۔

5- ہر حدیث مقبول پر عمل کرنا لازم نہیں ہوتا بلکہ اصولوں کی روشنی میں اس کے معمول بہٖ اور غیر معمول بہ ہونے کا تعین کیا جاتا ہے۔

6- سبب ورود الحدیث ایسا علم ہے جس میں حدیث کے وارد ہونے کے اسباب اور اس ماحول کو بیان کیا جاتا ہے، جس میں اس حدیث کا ورود ہوا۔

7- سبب ورود الحدیث، معمول بہ کی تعیین میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

8- سبب ورود الحدیث سے حلت وحرمت کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

9- سبب ورود الحدیث، حکم کی خصوصیت اور اس کی مدت کو بیان کرنے میں بھی ایک قوی قرینے کی حیثیت رکھتا ہے۔

10- سبب ورود الحدیث سے تقدیم وتاخیر کا علم حاصل ہوتا ہے، جس کی بناء پر نسخ کا تعین کرنا آسان ہوتا ہے۔

11- سبب ورود الحدیث کی معرفت سے متعارض احادیث میں تطبیق یا ترجیح کے اصول مرتب کیے جاتے ہیں۔

12- سبب ورود الحدیث، دورِ نبوی ﷺ کی معاشرت، ثقافت اور ماحول کو محفوظ رکھنے کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

13- سبب ورود الحدیث کی معرفت سے استنباطِ احکام کی حکمتوں کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

14- سبب ورود فقہی احکام کی درجہ بندی یا مراتب پر اثر انداز ہوتا ہے۔

15- سبب ورود الحدیث کی معرفت سے عصر حاضر کے فقہی اور معاشرتی مسائل کا حل پیش کیا جاسکتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

[1] قاری، علي بن (سلطان) **محمد**، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (المتوفى:1014ه)، **شرح نخبة الفکر في مصطلحات أهل الأثر**، دار ارقم، بیروت، 210/1

[2] النيسابوري، أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله، **معرفة علوم الحديث**، الناشر: دار الكتب العلمية، بیروت، 1/129

[3] . قاری، ملا علی ،**شرح نخبة الفکر**، دار ارقم، بیروت، 1/360

[4] . القشيري، مسلم بن الحجاج، **الصحيح**، کتاب الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، رقم الحديث:224.

[5] طحان، محمود احمد، **تیسیر مصطلح الحدیث**، مکتبة المعارف للنشر والتوزیع، ص29.

[6] طحان، محمود احمد، **تیسیر مصطلح الحدیث**، ص30

[7] . قاری، ملا علی، شرح نخبة الفکر، ص814

[8] سیوطی، امام جلال الدین عبد الرحمن، اللمع في اسباب ورود الحدیث، مکتب البحوث دار الفکر، ص5

[9] الدمشقي، ابراهیم بن محمد، **البيان والتعريف**، دار المعرفة بیروت ۲۰۰۳، ص3

[10] عصری، زین العابدین، **اسباب ورود الحدیث ضوابط و معاییر**، ص48

[11] طبرانی، سلیمان بن احمد، **المعجم الکبیر**، مکتبة ابن تیمیة رقم الحدیث:979

[12] . النيسابوري، مسلم بن الحجاج أبو الحسن (المتوفى: 261ه)، **الصحيح**، كتاب الآداب، باب تحريم النظر في بيت غيره، ج3، ص1699، رقم الحديث:2158.

[13] . بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب الاستئذان، باب: الاستئذان من أجل البصر، ج3، ص8، رقم الحدیث: 6241.

[14] . بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب الطب، باب الطيرة، ج1، ص113، رقم الحدیث:5753.

[15] . بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب النکاح، باب نكاح المحرم، ج7، ص12، رقم الحدیث:5114

[16] القشيري ، مسلم بن الحجاج، **الصحيح**، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح المحرم، ج2، ص132، رقم الحدیث:1411

[17] . العسقلاني، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل، **فتح الباري شرح صحيح البخاري**، الناشر: دار المعرفة، بیروت، ج4، ص52

[18] ۔ بہاری، محب اللہ، قاضی (1911ھ) **مسلم الثبوت مع فواتح الرحموت**، کراچی، قدیمی کتب خانہ 252/2

[19] ۔ بہاری، **مسلم الثبوت مع فواتح الرحموت**، 254/2

[20] ۔ رازی، محمد بن عمر (606ھ) **المحصول فی علم اصول الفقہ**، بیروت، مؤسسۃ الرسالہ، 1429ھ، 378/2

[21] ۔ العراقی، زین الدین عبد الرحیم بن الحسین، (806ھ) **التقید والیضاح شرح مقدمہ ابن الصلاح**، المدینۃ المنورہ، المکتبہم السلفیہ، 1389ھ، ص248

[22] ۔ رازی، **المحصول فی علم اصول الفقہ**، 381/2

[23] ۔ رازی، **المحصول فی علم اصول الفقہ** 380/2

[24] ۔ رازی، **المحصول فی علم اصول الفقہ**، 382/2

[25] ۔ سیوطی، **تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی**، 657/2

[26] ۔ سیوطی، **تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی**، 657/2

[27] ۔ رازی، **المحصول فی علم اصول الفقہ، 381/2**

[28] بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، أبواب العمل في الصلاة، باب لا يرد السلام في الصلاة، ج2، ص65، رقم الحدیث:1216

[29] . النيسابوري، مسلم بن الحجاج أبو الحسن (المتوفى: 261ه)، الصحيح كتاب الأضاحي، باب بيان ما كان من النهي عن أكل لحوم الأضاحي بعد ثلاث في أول الإسلام،ج3،ص1561،رقم الحديث:1971.

[30] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح،كتاب الجزية، باب دعاء الإمام على من نكث عهدا،ج4،ص100،رقم الحدیث:3170

[31] النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: 303ه)، السنن، الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية، حلب،كتاب صلاة العيدين، ضرب الدف يوم العيد،ج3،ص195،رقم الحديث:1593

[32] . المخلِّص، محمد بن عبد الرحمن بن زكريا البغدادي المخَلِّص (المتوفى: 393ه)، المخلصيات وأجزاء أخرى لأبي طاهر المخلص، الناشر: وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية لدولة قطر،ج3،ص45،رقم الحديث:1971.

[33] . بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح،كتاب مواقيت الصلاة، باب الإبراد بالظهر في شدة الحر،ج1،ص113،رقم الحدیث:533.

[34] النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: 303ه)،السنن،كتاب الضحايا، ذبح الضحية قبل الإمام،ج7، ص223،رقم الحديث:4395

[35] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح،كتاب كفارات الأيمان، باب يعطي في الكفارة،ج8،ص145،رقم الحدیث:6711

[36]. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح،كتاب الجمعة، باب فضل الغسل يوم الجمعة،ج2،ص2،رقم الحدیث:877

[37] . ابو داود، سلیمان بن الأشعث، سنن،كتاب الجمعة، باب فضل الغسل يوم الجمعة،ج1،ص97،رقم الحدیث:353

[38] . بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح،كتاب الأذان، باب أمر النبي ﷺ الذي لا يتم ركوعه بالإعادة،ج1،ص158،رقم الحدیث:793.

[39] . ابو داود، سلیمان بن الأشعث، سنن،أبواب النوم، باب كم مرة يسلم الرجل في الاستئذان،ج1،ص347،رقم الحدیث:5185